

یہاں اہلیت جرم ہے!

آج پاکستان جس ادنیٰ مقام پر سانس لے رہا ہے، اسکی بہت زیادہ وجوہات ہیں۔ شاید سینکڑوں یا ہزاروں۔ ایک نشست میں شمار کرنا حد درجہ مشکل ہے۔ بنیادی غلطیاں متعدد ہیں مگر ایک مستند قومی انحراف ہے کہ ہم نے یا ہمارے نظام نے اہلیت بلکہ اہل لوگوں کو ہر طریقے سے پیچھے دھکیلنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ کوشش میں تمام ملکوں سے زیادہ مستقل مزاج ثابت ہوئے ہیں۔ قومی نظام نے ریاضت کر کے ہر میدان میں لائق اور اہل لوگوں کو چن چن کر باہر نکال دیا ہے۔ یہ مشق کم از کم ساٹھ برس سے تو جاری ہے۔ دہائیوں سے نظر آ رہا تھا کہ دیوار سے ٹکرانے جا رہے ہیں۔ پرہر سطح کے قائد نے یقین دلایا کہ یہاں کوئی دیوار ہے ہی نہیں۔ لہذا حادثہ نہیں ہو سکتا۔ حالیہ دور میں ہم دیوار سے ٹکرا چکے ہیں۔ ملک میں میرٹ کو ختم کرنے کی کوشش میں اہل ہنر کی اکثریت پاکستان سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئی۔ آج انہی کے بیرون ممالک سے بھیجے ہوئے ڈالر اور پاؤنڈ ملکی معیشت کی ضمانت ہیں، ورنہ یہ تو کب کی دم توڑ چکی ہوتی۔

ہر میدان میں بالکل ایک جیسے حالات ہیں۔ مگر طاقت کے کھیل میں کامیاب ہونے کیلئے نالائق ہونا لازمی ہے۔ حق ہے آپکو، کہ اختلاف کریں۔ اصغر خان مرحوم کی مثال سامنے رکھیے۔ انکے محب وطن، محنتی اور وطن دوست ہونے میں دو آراء نہیں ہو سکتیں۔ ملکی ادارے انتہائی شاندار طریقے سے اس وقت بنائے جب وسائل انتہائی کم تھے۔ غیر ملکی، پی آئی اے اور فضائیہ کو دیکھنے کیلئے پوری دنیا سے آتے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اصغر خان، قومی سیاست میں آئے تو انکی بھرپور پذیرائی ہوئی۔ اس وقت کے سیاسی قائدین نے لفظی طور پر انکا خوب خیر مقدم کیا۔ بھٹو کے خلاف تحریک میں اصغر خان بھرپور طریقے سے شامل ہوئے۔ انہیں کامل یقین تھا کہ بھٹو کا اقتدار میں رہنا ملک کیلئے مسائل پیدا کر سکتا ہے۔ یہ خیال غلط تھا یا درست، اس پر بحث ہو سکتی ہے۔ مگر عملاً اس دور میں انکی موجودگی لاکھوں کے مجمع کی ضمانت ہوتی تھی۔ سیاسی اکابرین نے بھٹو کی حکومت ختم کرنے کیلئے انہیں انتہائی عیاری سے استعمال کیا اور پھر مکمل سفاکی کے ساتھ کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ مگر ایک وجہ یہ تھی کہ اصغر خان جیسا متحرک اور لائق انسان، جمود میں مبتلا نظام کو برقرار رکھنے میں رکاوٹ بن سکتا تھا۔ بہت کم لوگوں کو یاد ہوگا کہ انہیں قید بھی رکھا گیا۔ ملک میں انکی سیاسی جماعت، تحریک استقلال کو اقتدار کے ایوانوں کے نزدیک پھٹکنے کی اجازت تک نہ دی گئی۔ ایمانداری اور قابلیت انکی سب سے بڑی دشمن ثابت ہوئی۔ انکا وہی حشر ہوا جو ہمارے جیسے معاشروں میں ہونا چاہیے تھا۔ وفات کے بعد شاندار جنازہ ہمارے جیسے منافق معاشروں کی خاص روش ہے۔ چنانچہ اس روایت کے تحت بڑی عزت سے اس آدمی کی آخری رسومات ادا کی گئیں۔ مگر زندگی میں اس سے بالکل فائدہ نہ اٹھایا گیا۔ بلکہ اس کا بھرپور مذاق اڑایا گیا۔ برصغیر میں ہزاروں سالوں سے اقتدار، سازش، دولت اور دھوکہ دہی کا کھیل ہے۔ ڈھائی ہزار سال سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ہمارے نظام میں منفی رویہ ہی کامیابی کی دلیل ہے۔ اصغر خان کو ایک علامت کے طور پر استعمال کیجئے۔ ہر میدان میں آپکو ایک جیسی صورت حال نظر آئیگی۔

سیاست کے خاردار میدان سے نکل کر ایک اور سمت کی طرف چلیے۔ یہ ہمارے ملک میں مذہبی اور لسانی سیاسی جماعتوں کی

غیر ضروری اہمیت اور معتبری ہے۔ %97 مسلمان معاشرے میں مذہبی جماعتوں کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر سنجیدہ بحث ہونی چاہیے۔ مگر اس معاشرے میں یہ ممکن نہیں ہے۔ علمی اور فکری سطح پر مکالمہ کیجئے تو خالصتاً مسلمانوں کے ملک میں مذہبی سیاسی جماعتوں کا وجود عجیب سا نظر آتا ہے۔ میرے بہت سے صاحب کردار دوستوں کا تعلق مذہبی جماعتوں سے ہے۔ انکے کردار کے اُجلے پن کی قسم کھائی جاسکتی ہے مگر کیا واقعی ایک مسلم ملک میں وین کے نام پر سیاست کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ یہ تو سیدھا سیدھا، ہمارے عظیم دین کو سیاسی بنیادوں پر استعمال کرنے کی ایک بھرپور کوشش ہے۔ صرف چند برس پہلے، خیبر پختونخواہ کے صوبے میں مذہبی سیاسی جماعتوں کی پانچ برس تک حکومت رہی۔ مشرف دور میں ایم ایم اے کے نام پر وجود میں آنے والی سیاسی قوت کو بلا شرکت غیرے اقتدار سونپ دیا گیا۔ سب سے پہلے ہونے والے وزیر اعلیٰ کو داڑھی رکھوائی گئی۔ وزیر اعلیٰ بننے سے پہلے شائد وہ مسلمان نہیں تھے۔ لہذا اس ذاتی تبدیلی سے صوبے کی حکومت شروع کروائی گئی۔ پانچ برس اس صوبہ میں عام آدمی کی زندگی میں رتی بھر فرق نہیں آیا۔ ہسپتالوں کی حالت، اسی طرح اُتر رہی جیسے پہے تھی۔ سرکاری سکول ماضی کی طرح تباہ حال رہے۔ ہاں، کوشش کی گئی کہ کسی طریقے سے لڑکیوں کو تعلیم سے دور رکھا جائے۔ مگر ایک کام خوش اسلوبی سے انجام دیا گیا۔ دہشت گردوں کو سوات کی خوبصورت وادی پر ایک حکمتِ عملی کے تحت قبضہ کرنے کی اجازت دی گئی۔ دہشت گردوں نے سوات میں جو ظلم کیا، اس میں ماضی کی صوبائی حکومت کی خاموش تائید حاصل تھی۔ ڈویژن کی سطح پر کمشنر ایک معتبر افسر ہوتا ہے۔ طالبان نے کمشنر کو پندرہ محافظوں سمیت اغواء کر لیا۔ پوری دنیا حیران تھی کہ بالآخر ووٹوں کی طاقت سے بنی ہوئی صوبائی حکومت اس درجہ خاموش تماشا بنی کیوں کر تھی۔ رشوت اور کرپشن کا دور دورہ بالکل اسی طرح رہا جیسے پہلے تھا۔ سوات کی صورتحال میں وہاں کے مقامی لوگوں پر اذیت اور مصائب کے اُن گنت دروازے کھول دیے گئے۔ یہ صرف فوج تھی جس نے اپنے طور پر سوات آپریشن خود شروع کیا۔ دہشت گردی کا قلع قمع کیا۔ گزارش صرف یہ ہے کہ اس ملک میں مذہبی سیاسی قوتوں نے بھی وہی کچھ کیا جو دوسرے سیاستدان کرتے رہے ہیں بلکہ کر رہے ہیں۔ ضرورت تھی کہ مذہب کی بنیاد پر بنی ہوئی سیاسی جماعتیں، ہمارے معاشرے کے لیے مثال قائم کرتیں۔ جہاں جہاں انکی حکومتیں تھیں، وہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہ رہی ہوتیں۔ میرٹ پر عملداری ہوتی مگر ایسا بالکل نہیں ہوا۔ بلکہ ہر چیز اُلٹ ہوئی۔ عملی طور پر ہر طریقے سے وہی ادنیٰ کام کیا گیا جو اس نظام کا خاصہ ہے۔

بات اہلیت کی ہو رہی تھی۔ حکومتی رویوں کو چھوڑ کر معاشرہ کے کسی کونے میں جھانکیے۔ میری گزارشات پر یقین آ جائیگا۔ ڈاکٹری ایک باعزت اور مقدس پیشہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی کلام ہی نہیں کہ ایک انتہائی سنجیدہ اور شریف شعبہ ہے۔ لاہور شہر میں امراض قلب کے ایک ڈاکٹر صاحب لندن سے پینتیس برس پہلے تشریف لائے۔ انکی قابلیت کے متعلق تو کیا بات کرنی۔ انکی پبلک ریپبلشنگ کمال کی تھی۔ گورنر سے لیکر ہر اہم عہدے والا شخص انکا گرویدہ ہو گیا۔ دس بارہ سال میں کروڑ پتی بن گئے۔ انکی روزانہ کی پریکس، دو ڈھائی لاکھ سے اوپر تھی۔ آج سے پندرہ سال پہلے، انجیو گرامی اور انجیو پلاسٹی کا دور شروع ہوا۔ موصوف، اس شعبہ سے مکمل طور پر نابلد تھے۔ مگر انہوں نے کمال فنکاری سے لاہور کے ایک نجی ہسپتال میں انجیو گرامی کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ جس شعبہ میں انکا دور کا واسطہ تک نہیں تھا۔ اس شعبہ میں انہوں نے ہزاروں مریضوں کو ٹھیک کرنے کا عزم کر رکھا تھا۔ اُن گنت لوگ انکی ناتجربہ کاری کی بدولت زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ مگر مذکورہ

ڈاکٹر صاحب نے ڈھٹائی سے کام جاری رکھا۔ شاء آج تک کیے جا رہے ہیں۔ ایک امریکن امراض قلب کے ڈاکٹر نے بتایا کہ وہ ایک مجرم ہے۔ اگر امریکہ میں ہوتے تو انکا لائسنس تک ضبط ہو جاتا۔ مگر یہاں کوئی بھی ان سے پوچھ گچھ کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ جو یہ دریافت کریگا، اس پر زندگی تنگ کر دی جائیگی۔ اس بے مقصد امریکی ڈاکٹر کو معلوم نہیں تھا کہ دراصل ہمارے نظام میں نااہل ہونا سب سے بڑا وصف ہے۔ اسی پر معاشرہ قائم و دائم ہے۔

اب اس شعبہ کی طرف آتا ہوں جس پر بہت کم غور کیا گیا ہے۔ پاکستان میں شعراء اکرام اور ادیبوں کی فوج ہے۔ لکھاریوں کی تعداد کو شمار تک نہیں کیا جاسکتا۔ یاد پڑتا ہے کہ صرف کراچی میں ایک سروے کے مطابق ہزاروں لوگوں نے اپنا پیشہ، شاعری رقم کیا ہوا تھا۔ اس حساس شعبہ میں بے انتہا ہنرمند لوگ موجود ہیں۔ مگر عرض ہے کہ ادبی شعبہ میں بھی صلاحیت آپکو ایک خاص حد تک آگے لیجا سکتی ہے۔ اسکے بعد ترقی صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے، کہ آپ کسی طاقتور گروہ، سیاسی جماعت یا اہم شخصیت کے ساتھ منسلک ہو جائیں۔ آپکی تمام خرابیاں ایک دم ختم ہو جائیگی۔ بلکہ آپ کی خوبیاں شمار کی جائیگی۔ ستر سال سے تو یہی ہو رہا ہے کہ جو بھی ادیب، شاعر یا لکھاری دربار تک رسائی پا گیا، وہی معتبر قرار پایا۔ انتہائی اہلیت والے صاحب فن زندگی بھر دھکے کھاتے رہے۔ انکا ٹھٹھا اڑایا گیا۔ انکو معاشی طور پر ہمیشہ تنگ دست رکھا گیا اور وہ ذلیل و خوار ہوتے ہوتے ملک عدم روانہ ہو گئے۔ مرنے کے بعد، انہیں کبھی کبھی ضرورت کے تحت مختلف اعزازات سے نوازا گیا۔ جو ادیب یا شعراء اکرام دربار میں کام کرنے لگ گئے انہیں ایسی سرپرستی حاصل ہوئی کہ انکا ادنیٰ کام بھی ارفع ہو گیا۔ وہ عظیم دانشوروں کی اس جعلی فہرست میں آگئے جس کا عملی وجود کوئی بھی نہیں۔ نام لکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہاں حبیب جالب، منیر نیازی اور استاد دامن جیسے بڑے لوگ اپنی انا کے حصار میں بیٹھے بیٹھے ختم ہو گئے۔ انکا جرم انکی ادبی اہلیت تھی۔ آج بھی یہی حال ہے۔ کوئی بھی عنصر تبدیل نہیں ہوا۔

مجموعی طور پر ہمارا ملک شدید تضادات کا شکار ہے۔ یہاں کوئی بھی سیاسی، سماجی اور معاشی شعبہ باز کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اپنے آپکو مافوق الفطرت نجات دہندہ ثابت کر سکتا ہے۔ عام لوگ اس کی بات پر یقین بھی کرنے لگتے ہیں۔ اسکے پیروکار بلکہ مرید تک پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ معاملہ کبھی بھی ختم نہیں ہوگا۔ موجودہ نظام سینکڑوں برس پختہ ہے۔ اس سے کوئی بھی انحراف نہیں کر سکتا۔ سب نے کوہلو کے نیل کی طرح آنکھوں پر کھوپے لگا کر بغیر سوال کیے دائرے میں گھومنا ہے۔ یہاں اسی کا نام زندگی ہے۔ کوشش کیجئے۔ کہ آپ اپنے اندر دلیل کی بنیاد پر سوالات سوچنے اور پوچھنے کے عمل کا گلہ گھونٹ دیں۔ کوشش کریں کہ لوگ آپکو بے ضرر بلکہ حد درجہ نالائق سمجھے۔ یہی آپکی کامیابی کی سند ہے۔ صرف اسلیے کہ یہاں اہلیت ایک ناقابل معافی جرم ہے!

راؤ منظر حیات